رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۰

قیمت سالانہ تین روپیہ آٹھ آنہ

حقیقی نور وہ ہے جو دنیا میں آکر ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

نور افشاں

ایڈیٹر
پادری ایس - ایم - پال
۲۶ نکلسن روڈ
لاہور
ہر قسم کے مضامین اور خبریں وغیرہ صرف ایڈیٹر کے ارسال کرنا چاہئے

مینیجر
پادری ایچ - ای - واٹیلی
صاحب ایف - ٹی - ایم
ایمپریس روڈ - لاہور
ہر قسم کی خط وکتابت دربارہ تبدیلی مقام واشتہارات ترسیل زر بنام مینیجر صاحب ارسال ہونا چاہئے

ہمایوں نور افشاں ۱۹۲۹ء سے ضیا پاش

جلد ۵۷ | ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے - ۲۲ فروری ۱۹۲۹ء | نمبر ۸

شعر وسخن

مسدس منت

گزشتہ سے پیوستہ

(از قلم حقیقت رقم شاعر شیریں مقال عالیجناب منشی کیدار ناتھ صاحب المتخلص بہ منت)

زندہ ہوا مسیح فرشتہ کی یہ خبر   مریم پہ کر گئی کشش برق کا اثر
جاتی تھی مژدہ دینے وہ شاگردوں کو ادھر   دیکھا تو آئے راہ میں منجی اسے نظر
پہنچو جو تھی وہ مژدہ رسانی کے کام میں
خود اُس سے کی مسیح نے سبقت سلام میں

کانوں سے جو سُنا تھا وہ آنکھوں سے دیکھکر   سجدہ کو اس نے جھک کے جھکایا قدم پہ سر
مریم سے آپ بولے کہ مریم تو اب نہ ڈر   اب جا کے میرے بھائیوں کو دے تو یہ خبر
آتا ہوں اُن سے کہدو کہ جائیں جلیل کو
جاتا ہوں اُن سے ملنے وہ آئیں جلیل کو

ہفتہ کے پہلے روز اُسی دن بوقت شام   مریم نے جس میں پایا تھا مژدہ رساں پیام
شاگرد اُسکے جمع ہوئے تھے جہاں تمام   ڈر سے یہودیوں کے تھا دربند وہ مقام
بے روک ٹوک اس میں خداوند آگئے
اس شیشہ خانہ کے رہے دربند آگئے

جائے سلام بولے ہو تم پر سلامتی   یہ سُنکے اُنکو کچھ ہوئی حیرانی کچھ خوشی
جھلکی جمال میں جو تھی کامل جلال کی   مُتشکّل اُنکو کر ہی گئی اُنکی بے خودی
بہر طمانیت کہ رہے شک نہ اُن کے ساتھ
پسلی چھدی دکھائی اُنہیں اور اپنے ہاتھ

خود دیکھا بیخودی سے تب آئے ہوش میں   پیدا اب اتحاد ہوا چشم وگوش میں
فرق آیا اُن کی حالت افسردہ دوش میں   اب سرد مہری ہو گئی سرگرم جوش میں
سونپا تھا جسکو زیر زمیں اُسکو پا گئے
بخشے جو اُنکو عرش بریں اُسکو پا گئے

فرمایا تب مسیح نے روح القدس لو اب   مضبوط ہو دلیر ہو اور مستعد ہو اب
مطلوب چشم دید شہادت جو ہے وہ اب   بھیجا گیا ہوں بھیجتا ہوں میں بھی تم کو اب
کر دوگے تم معاف جسے وہ معاف ہو
ہو اُسکے برخلاف کہ جسکے خلاف ہو

جب اس جہاں میں صورت گل تھے مسیح ادھر   تھوما تھے شل سبزۂ غیر اُن سے دور تر
ان زائران زندہ نے دی اُن کو جب خبر   حیرت زدہ تھے تو بس لگے کہنے سوچ کر
جب تک میں اُسکے زخموں میں اُنگل نہ ڈال لوں
مجھکو یقیں نہ آئیگا پس شک نکال لوں

اب آٹھ دن کے بعد تھے شاگرد جب وہاں   تھوما کے ساتھ بند تھے دروازہ ناگہاں
زندہ مسیح آگئے جیسے بدن میں جاں   تم پر سلامتی ہو ہوئے اُن سے ترزباں
تھوما سے تب کہا کہ میرے ہاتھ آکے دیکھ
خود میری پسلی اُنگلیوں کے ساتھ آکے دیکھ

نور افشان

۲۲ فروری ۱۹۲۹ء لاہور

مولوی ثناء اللہ صاحب کا خاتمہ

۸

چل میرے خامہ بسم اللہ

میں اس آیت وَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ الخ پر ایک اور پہلو سے بحث کرونگا۔ اول یہ کہ اگر مولوی صاحب کا استدلال اس آیت سے درست بھی ہو تب بھی کوئی انسان نجات نہیں پا سکتا ہے۔ کیونکہ کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس کے اعمالنامہ میں "اکثریت اچھی" ہو۔ دوم یہ کہ اسلام کے رو سے اعمالنامہ میں اکثریت نیکی قابل التفات نہیں ہے۔

امر اول کے متعلق قرآن شریف کی شہادت یہ ہے کہ وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِظُلْمِہِمْ مَا تَرَکَ عَلَیْہَا مِنْ دَآبَّۃٍ (سورۃ النحل آیت ۶۱) یعنے اگر پکڑے اللہ لوگوں کو ان کے ظلم پر تو نہ چھوڑے زمین پر ایک چلنے والا۔ اس آیت میں دو باتیں قابل غور ہیں۔ اول لفظ "ظلم" دوم اس کی نسبت، لوگ سمجھتے ہونگے کہ ظلم کوئی معمولی بات ہے۔ لیکن قرآن شریف کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ظلم کوئی معمولی بات نہیں۔ بلکہ وہ ایک سخت گناہ ہے جسکے کرنے والے پر لعنت بھیجی گئی ہے کہ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ (سورۃ الاعراف آیت ۴۴) دوسری قابل غور بات ظلم کی نسبت ہے۔ آیت بالا میں ظلم کی نسبت تمام افراد انسانی کے ساتھ دی گئی ہے۔ کیونکہ اول تو ناس خود صیغہ جمع ہے اور پھر اس پر الف لام استغراق کے اضافہ کرنے کے یہ معنے ہیں کہ تمام افراد انسانی ظالم ہیں۔ اس تحلیل کے بعد اب آپ نفس آیت پر غور کریں کہ خدا کہتا ہے کہ "اگر پکڑے اللہ لوگوں کو ان کے ظلم پر تو نہ چھوڑے زمین پر ایک چلنے والا" یعنے اگر خدا انسانوں سے انکے گناہوں کا حساب لے تو ایک شخص بھی ایسا نہیں جو بچ سکے جسکا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس کے اعمالنامہ میں "اکثریت اچھی" ہو کیونکہ اگر کسی انسان کے اعمالنامہ میں "اکثریت اچھی" ہوتی تو وہ کیوں نہ بچتا ضرور بچ جاتا۔

ہماری تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جسکو ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں:۔

حدثنا اسحاق بن منصور قال حدثنا روح بن عُبادۃ قال حدثنا حاتم بن صَغِیرۃ قال حدثنا عبد اللہ بن ابی مُلَیکۃ قال حدثنی القاسم بن محمد حدثتنی عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس احدٌ یحاسب یوم القیمۃ الا ھلک فقلت یا رسول اللہ الیس قد قال اللہ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیْنِہٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ذٰلِکَ العرض ولیس احد نوقش الحساب یوم القیمۃ الا عُذِّب۔ (صحیح بخاری جلد دوم ص۹۶۵)

ترجمہ۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جس سے قیامت کے دن حساب لیا جائے اور وہ ہلاک نہ ہو حضرت عائشہ نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا خدا نے قرآن میں یہ نہیں فرمایا کہ جس شخص کا اعمالنامہ اس کے دہنے ہاتھ میں دیا جائیگا۔ اس سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائیگا۔ آنحضرت صلعم نے جواب دیا کہ یہ صرف پیش کرنا ہے۔ ہم میں سے کوئی ایسا شخص نہیں ہے کہ قیامت کے دن حساب میں چون و چرا کرے اور وہ عذاب میں مبتلا نہ کیا جائے"۔

پس معاملہ بالکل صاف ہے کہ کسی شخص کے اعمالنامہ میں "اکثریت اچھی" نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ خدا مواخذہ کرے یا نہ کرے ہمیں اس سے کچھ سروکار نہیں۔ ہمارا مطلب صرف یہ ہے کہ کسی انسان کے اعمالنامہ میں "اکثریت اچھی" نہیں ہے۔ چنانچہ یہی ثابت ہوا۔

باقی رہا امر دوم یعنے یہ کہ اسلام کے رو سے اعمالنامہ میں نیکی کی "اکثریت" شایان التفات نہیں ہے۔ ان احادیث سے ثابت ہے جنکو میں نے اپنے رسالہ "میں کیوں مسیحی ہو گیا" میں نقل کیا ہے۔ جنکو مولوی صاحب نے چھوا تک نہیں۔ ناظرین سے التماس ہے کہ وہ رسالہ مذکورہ بالا کے صفحہ ۴۲ سے صفحہ ۴۳ تک ملاحظہ فرما دیں۔ یہ وہ احادیث ہیں جن کے جواب سے اب تک مولوی صاحب سبکدوش نہ ہو سکے اور نہ تا بہ قیامت سبکدوش ہو سکینگے۔

آپ آگے چلکر ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

"پادری صاحب نے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت آدم جو بھولے تو ان کی ساری اولاد بھولنے لگی۔ اس حدیث سے آپ نے نتیجہ نکالا ہے کہ

اس حدیث سے اس بات کا فیصلہ ہو گیا کہ در حقیقت کل بنی آدم گناہگار ہیں۔ کیونکہ گناہ نے سب میں نفوذ کیا"۔ (ص۳۸)

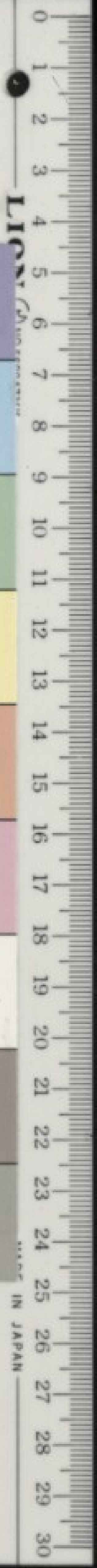
حیرانی ہے کہ پادری صاحب کس کوشش میں ہیں اور اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہیں۔ حدیث میں نسیان کا لفظ ہے جسکا مطلب ہے کہ انسان میں فطرتاً نسیان (بھولنا) داخل ہے عدم نسیان صرف خدا کا خاصہ ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

مَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا

تمہارا پروردگار نہیں بھولتا"۔

(اہلحدیث ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۸ء ص۳ کالم ۲)

مولوی ثناء اللہ صاحب کی دیانتداری: آپ لکھتے ہیں کہ "پادری صاحب نے ایک حدیث نقل کی ہے" وہ حدیث کہاں ہے۔ شاید مولوی صاحب کے پیٹ میں۔ اگر آپ درحقیقت شیر قالین نہیں ہیں تو آپ نے اس حدیث کو بجنسہٖ نقل کیوں نہیں کیا؟ آپ کی دیانتداری کا یہ ایک ادنےٰ نمونہ ہے کہ بندگان خدا کو دھوکے میں ڈالکر ان کو یہ یقین دلا رہے ہیں کہ "پادری صاحب نے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں ذکر ہے کہ آدم جو بھولے تو ان کی ساری اولاد بھولنے لگی"۔ حالانکہ جس حدیث میں نے نقل کیا ہے نہ تو اسکی عربی میں لفظ "بھولنا" ہے



اور نہ ہی ہمارے ترجمہ میں جس حدیث کو ہم نے نقل کیا ہے۔ اس میں تین لفظ قابلِ غور آئے ہیں یعنے (۱) جحد (۲) نسی (۳) خطا۔ مولوی صاحب نے ان تینوں لفظوں میں سے صرف لفظ "نسی" کو لے لیا ہے اور اسکو غلط ترجمہ کرکے اپنے ہم خیالوں کو یہ یقین دلایا ہے کہ بس پادری سلطان محمد کا جواب ہوچکا۔ حالانکہ لفظ "نسی" کے معنے بھولنے کے نہیں ہیں بلکہ ترک کرنے کے ہیں۔ اچھا اس لفظ کو جانے دو۔ آپ کا ترجمہ ہی صحیح۔ لیکن لفظ جحد کے متعلق جس کے معنے انکار کے ہیں اور لفظ خطا کے متعلق جس کے معنے گناہ کے ہیں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ کچھ بھی نہیں سراسر خاموشی۔ آپ کی کمزوری کا ایک بین ثبوت یہی ہے کہ آپ نے اس حدیث کو نقل ہی نہیں کیا کیونکہ اس میں ایسے الفاظ ہیں جنکی تاویل آپ کر ہی نہیں سکتے۔ لیجئے میں پھر اس حدیث کو ذیل میں لکھتا ہوں۔ تاکہ آپ کی دیانتداری کی حقیقت سب پر ظاہر ہوجائے وہ حدیث یہ ہے۔

"عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لما خلق الله آدم مسح ظهره فسقط من ظهره کل نسمة هو خالقها من ذریة الی یوم القیمة وجعل بین عینی کل منهم وبیصا من نور ثم عرضهم علے آدم فقال اے رب من هؤلاء قال ذریتک فرأی رجلا منهم فاعجبه وبیص ما بین عینه قال اے رب من هذا قال داؤد فقال اے رب کم جعلت عمره قال ستین سنة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما انقضے عمر آدم الا اربعین جاءه ملک الموت فقال آدم اولم یبق من عمری اربعون سنة قال اولم تعطها ابنک داؤد فجحد آدم فجحدت ذریة ونسی آدم فاکل من الشجرة فنسیت ذریة وخطاء آدم وخطات ذریة رواه الترمذی (مشکوٰة باب الایمان بالقدر)"

ترجمہ۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا جب خدا نے آدم کو خلق کیا اسکی پشت کو چھو لیا۔ پس آدم کی پشت سے اسکی اولاد کی جانیں جنکو وہ قیامت تک پیدا کرنے والا ہے ٹپکنے لگیں اور ہر ایک انسان کی دو آنکھوں کے بیچ میں اپنے نور کی روشنی رکھی۔ اسکے بعد ان کو آدم کے سامنے پیش کیا۔ آدم نے کہا اے رب یہ لوگ کون ہیں۔ خدا نے کہا یہ تیری اولاد ہیں۔ پس آدم نے ان میں ایک ایسے شخص کو دیکھا جسکی دو آنکھوں کے بیچ کی روشنی آدم کو پسند آئی۔ آدم نے کہا اے رب یہ شخص کون ہے۔ خدا نے کہا داؤد ہے۔ آدم نے کہا اے رب اسکی عمر تو آپ نے کیا مقرر کیا ہے۔ خدا نے کہا ساٹھ سال۔ آدم نے کہا خداوند میری عمر سے چالیس برس اسکی عمر میں زیادہ فرمائے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب آدم کی عمر ختم ہونے کو آئی بجز اس چالیس کے (جو داؤد کو دیئے تھے۔ سلطان) ملک الموت آدم کے پاس حاضر ہوا۔ پس آدم نے کہا کہ میری عمر میں سے چالیس برس باقی نہیں ہیں؟ ملک الموت نے کہا کہ کیا تو نے اپنے بیٹے داؤد کو نہیں بخشا تھا؟ پس آدم کے انکار سے اسکی ذریت انکاری ہوئی اور آدم کی نسیان سے جو شجرِ ممنوعہ میں سے کھایا۔ اسکی اولاد بھی ناسی ہوئی۔ آدم نے خطا کی۔ اسکے لڑکے بھی خاطی ہوئے اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔"

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ آدمؑ اپنے وعدے کو ترک کرنا اور آدم کا انکار کرنا اور گناہ کرنا ان کی ذریت میں منتقل ہوگئے۔ آپ کا یہ فرمانا کہ "عدم نسیان صرف خدا کا حصہ ہے۔" اور نسیان مستلزم گناہ نہیں۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں صاف لکھا ہوا ہے کہ خدا بھولتا بھی ہے۔ اور نسیان پر سزا بھی دیتا ہے جو مستلزم گناہ ہے۔ آیت ذیل کو غور سے ملاحظہ کریں۔

فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا إِنَّا نَسِينَاكُمْ ۖ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (سورة سجدة آیت ۱۴)

ترجمہ: سو اب چکھو مزہ جیسے بھلا دیا تھا اس اپنے دن کا ملنا ہم نے بھلا دیا تم کو اور چکھو عذاب ہمیشہ کا بدلا اپنے کئے کا۔"

جو کچھ مولوی ثناء اللہ صاحب نے میرے رسالہ کے متعلق لکھا تھا۔ اس کا جواب الجواب یہاں پر ختم ہوتا ہو ناظرین سے التماس ہے کہ اکو غور سے پڑھتے رہیں۔ آئندہ اشاعتوں میں ہم مولوی صاحب کے ان اعتراضات کا جواب لکھینگے جو التمام الحوہ پر ہم پڑ سکتے ہیں۔

لمعات

کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے

ناظرین کو یاد ہوگا کہ نور افشاں کی کسی اشاعت قریبہ میں ہم نے پیغام جنگ (برعکس نہند نام زنگی کافور یعنے پیغام صلح) کے ایڈیٹر صاحب کو یہ مشورہ دیا تھا کہ اگر آپ اپنی بدزبانی اور دشنام دہی اور بدسگالی سے باز نہ آئینگے۔ مسیحیوں اور مسیحیت کے متعلق اسی طرح زہر اگلتے رہینگے۔ جس طرح آپ کے بانی مبانی کرشن قادیانی صاحب نے اگلا تھا تو نور افشاں مجبور ہوگا کہ دنیا کے سامنے اس حقیقت کو طشت ازبام کر دے کہ آیا درحقیقت دجّال کون ہے مسیح یا مسیحیت یا مرزا صاحب قادیانی یا اُن کی اُمت، اور ہم نے **عالیجناب مولوی سید ابوالحسن محمد محی الدین خاں صاحب بہادر جسٹس ہائیکورٹ سرکار عالی نظام حیدرآباد دکن** اور مترجم تلخیص الصحاح کو بطور گواہ کے پیش کیا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا تھا کہ یہ کوئی عیسائی نہیں بلکہ پکے مسلمان اور مباحثہ و مناظرہ سے کوسوں دور ہیں۔ ہمیں یقین تھا کہ ایک پکے مسلمان اور بزرگ عالم بے تعصب اور ایک ہائیکورٹ کے جسٹس کی شہادت کو سنکر پیغام جنگ کے ایڈیٹر صاحب کے ہوش حواس ٹھکانے لگینگے اور آیندہ کے لئے اس قسم کی بدتہذیبی اور ناشائستہ حرکات سے باز رہینگے لیکن خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

پیغام جنگ مورخہ ۵ فروری ۱۹۲۹ء کو دیکھکر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ یعنی ہماری دوستانہ صلاح نہ صرف صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ بلکہ ایڈیٹر صاحب کے دماغ پر اثر ڈالا ہو کہ پھر وہی گالی گلوچ، وہی لعن طعن، وہی خرافات و ہفوات جو کرشن صاحب قادیانی سے انکو وراثت میں ملی تھیں۔ نہایت زور شور کے تعفن کے ساتھ پیغام جنگ کے اوراق میں سڑی ہوئی نالیوں کے کیڑوں

کی طرح جگنے لگیں۔ آنحضرت نے کیا خوب کہا ہے کہ "پہاڑ کا اپنی جگہ سے ٹلجانا ممکن ہے۔ لیکن کسی شخص کی طبیعت کا تبدیل ہوجانا ناممکن ہے"۔ معلوم نہیں کہ خدائے قادیانی نے اپنے ان بندوں کے خمیر کو کس پانی سے گوندھا تھا جنکے مُنہ سے بجز تعفن آمیز باتوں کے کوئی اچھی یا شائستہ بات نکل ہی نہیں سکتی ہے۔

کل پرسوں کا ذکر ہے کہ ان کے امیر جماعت تقدس مآب ...**مولوی محمد علی صاحب کی گالیوں** اور بدزبانیوں کی **خاصی فہرست** الفضل مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۲۸ء ۲۹ جلد ۱۶ میں نکل چکی ہے اور خود مرزا صاحب کی **گالیوں** کا مجموعہ تو کتابی صورت میں کب کا شائع ہو چکا ہے۔ اس پر بھی ان بھلے مانسوں کا پیٹ گالیوں سے نہ بھر سکا اور آئے دن نئی نئی گالیوں کے بنانے اور تازہ بتازہ فحش نویسی کے ایجاد کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔

چنانچہ ہماری نسبت لکھتے ہیں کہ "تم ان جریوں سے اکتاکر مسیحیت کے مَن اور چاپ پر فریفتہ ہو گئے ہیں" اس عقل کے دشمن کو اتنا بھی خیال نہ آیا کہ جب اُن کے بانی مبانی **حضرت مرزا غلام احمد قادیانی جل جلالہٗ وعم نوالہ سیالکوٹ** کے "ان جریوں یعنے صرف اور فقط چندرہ **روپیوں کی محرری** سے" اکتاکر پہلے مجدد پھر مہدی **پھر مسیح پھر کرشن** کے لباس میں رنگ بدلتے ہوئے قادیان کی ریاست پر بصد دل وجان "فریفتہ" ہو کر بالآخر خدا، خالق ارض وسما بن بیٹھا تو اگر ہم ملک، دولت، عزت، نشان و شوکت کھو کر صرف "مَن اور چاپ" پر "فریفتہ" ہو گئے تو آپ کو اس پر اسقدر ماتم نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ اپنے گریبان میں منہ ڈالکر سوچنا چاہئے۔

بہت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ناظرین نور افشاں کی تفریح طبع کے لئے رسالہ "آئینہ مرزائیت" سے ان چند اشعار کو یہاں نقل کریں جن سے خدائے قادیان کے "ان جریوں سے اکتانے" اور پھر قادیان میں جاکر عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنے پر روشنی پڑتی ہے۔ وہ اشعار یہ ہیں:-

تحصیل میں جس وقت کہ مرزا تھا محرر
دس بیس لیا کرتا تھا تنخواہ بچارا
تنخواہ سے اوقات بسر ہوتی تھی مشکل
اس تھوڑی سی پونجی میں نہ ہوتا تھا گذارا
بے چین تھا ہر وقت ترقی کی ہوس میں
چلتا نہ تھا کچھ شومئے تقدیر سے چارا
ہر چند کے ہوا اس طرح مرزا بھی جوا دس
مختاری نے پھر دل کی امنگوں کو ابھارا
مختاری کے پڑھنے کا شب و روز رہا شغل
اس شوق میں ہر ایک مصیبت تھی گوارا
لیکن وہی بدقسمتی یاں بن گئی ہمدم
نکلا جو نتیجہ تو ہوا فیل بچارا
بیٹھا ہوا اس غم میں جو دلگیر تھا اک دن
آپہنچے وہاں حضرت ابلیس قضارا
دی آکے تسلی و تشفی کہ نہ غم کر
انسان پہ واجب ہے رکھے صبر کا یارا
دنیا کے کمانے کا تجھے ڈھنگ بتاؤں
پہنچیں نہ تری گرد کو اسکندر و دارا
پنجاب میں اسوقت نبی کی ہے ضرورت
کر دعوئے نبوت کا بہت جلد خدارا
یہ سن کے محرر کی وہیں کھل گئیں باچھیں
بس ڈوبتے کو مل گیا تنکے کا سہارا
جھٹ قادیاں کے قصبہ کا مرزا نے کیا رُخ
شیطان کی جانب سے یہ پاتے ہی اشارا
جب بیٹھا وہاں جاتے ہی مامور من اللہ
بنوایا پھر اپنے لئے اونچا سا منارا
کہنے لگا عیسیٰ ہوں میں مہدی ہوں نبی ہوں
جو میرا ہے منکر وہ ہے کافر بڑا بھارا
القصہ نبی بن کے بہت لوٹا جہاں کو
بگڑی ہوئی حالت جو تھی خوب اسکو سنوارا
جمشید و فریدوں کی طرح قصر بنائے
ہے قادیاں میں دید کے قابل یہ نظارا
ایران سے یاقوتی کے آنے لگے پیکٹ
کشتوں کے لئے لکھا بقعہ معارو بخارا
کی اُس نے خراب عاقبت اپنی تو لیکن
ـــــ . . . . . . چنیں زمین رسا را

(آئینہ مرزائیت صفحہ ۱۰ و ۱۱)

ہم نے ایڈیٹر صاحب پر یہ اعتراض کیا تھا کہ مرزا صاحب کے خدا بننے میں مسلمانوں کو ایک عظیم الشان فائدہ یہ پہنچا کہ بجز چند قادیانیوں کے جنکا شمار انگلیوں پر ہو سکتا ہے باقی تمام دنیا کے مسلمان کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔ یعنے دنیائے اسلام سکڑ کر قادیان کے مقبرہ بہشتی میں سما گیا۔ بجائے اس کے کہ آپ اسکا کوئی معقول جواب دیتے جی کھول کر نہ صرف گالیاں دیں بلکہ "**نیم عیسائی**" بھی کہہ دیا یعنے جس طرح کہ آپ **خود نیم قادیانی** ہیں ہمیں بھی اپنی ذات پر قیاس فرمایا۔ صرف یہی نہیں بلکہ ایک بدبخت عیسائی کی جس کا نام آپ ڈاکٹر والش بتلاتے ہیں بلا فیس (واللہ اعلم) وکالت کرنے لگے اور ہم پر بدیں الفاظ صفرا گرانے لگے کہ

"ہمارے سامنے اکتوبر ۱۹۲۸ء کے مسیحی رسالہ قاصد کا ایک نمبر ہے۔ جس میں پادری رحمت مسیح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ہمارے دوست مسٹر سلطان محمد پال لکھتے ہیں۔

"مسیح بحیثیت انسانیت کے خدا کی مخلوق ہیں اور خدا سے کمتر ہیں (عقیدہ اتھانیس) لہٰذا جب تک ہم مسیح کی انسانیت کے قائل رہینگے۔ اس وقت تک ہم کو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ بشریت کے اعتبار سے وہ خدا کے محتاج ہیں اور محتاج رہینگے۔ ورنہ قلب ماہیت لازم آئیگی یعنی جو ممکن تھا وہ واجب بن گیا اور بعبارت سہل یہ کہ انسانیت الوہیت میں تبدیل ہو گئی اور یہ صریح **کفر** ہے۔ ہاں اگر آپ یہ مانتے ہوں کہ صعود کے بعد مسیح انسان نہیں رہے بلکہ اب وہ صرف خدا ہی خدا ہیں تو یہ میری دانست میں اکتفا ہے



کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے"۔

فرمائیے "سراسر کفر" کی تعلیم اب کون دے رہا ہے
ڈاکٹر واٹش یا پاڈری سلطان محمد پال؟

جس شخص کو اپنے مذہب اور عقائد کا علم نہ ہو وہ دوسروں کے عقائد کو کیا خاک سمجھیگا۔ جب کرشن قادیانی کی نبوت اور الوہیت (خدائی) تمہاری سمجھ میں نہ سما سکی اور قادیان سے آپ بینی و دوگوش نکلکر لاہور میں آ بسے تو ہمارے عقائد سے تمہیں تو دور کی نسبت بھی نہیں ہے۔

ذرہ کان کھولکر سنو جو کچھ میں نے اقتباس بالا میں لکھا ہے صحیح اور درست ہے اور تمام ان مسیحی کلیسیاؤں کا متفق علیہ ہے جنکا ایمان انجیل اور مسیح کی الوہیت پر ہے۔ دنیا میں کوئی بھی کلیسیا ایسی نہیں ہے۔ جو مسیح کی کامل انسانیت اور کامل الوہیت کا قائل نہ ہو۔ شاید ڈاکٹر واٹش جیسے بدعتی شخص نے آپ کے کان میں چپ سے کہدیا ہے کہ مسیحی لوگ مسیح کو صرف خدا ہی خدا مانتے ہیں اور انسان نہیں مانتے ہیں۔ یا ممکن ہے کہ **الیف۔ اے جیمس** یعنے نقل ابلی نے آپ کو خفیف کرنے کی نیت سے یہ کہدیا ہو۔ کھوکھیسی کبھی باتھ لا استاد۔

خاص مضامین

کُتب عہد جدید کی صحت
پر
ایک محققانہ نظر
نمبر ۱۱

چنانچہ بخاری اور مسلم میں آیا ہے کہ عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ سیکھو قرآن کو چار شخصوں سے یعنی عبداللہ بن مسعود و سالم مولے ابی حذیفہ و ابی بن کعب اور معاذ بن جبل سے۔ حضرت عثمان نے زید بن ثابت کو قرآن کی جمع اور کتابت کے لئے حکم دیا یہ بات حضرت کے مستند اُستاد عبداللہ بن مسعود کو بری لگی اور انہوں نے مسلمانوں کو کہا کہ "اے مسلمانوں تعجب ہے کہ مجھ سا شخص تو قرآن لکھنے پر مقرر نہ کیا جائے اور اس پر ایک ایسا شخص مامور ہو کہ جب میں مسلمان ہو چکا تھا تو اس وقت وہ ایک کافر کی پُشت میں تھا۔ پس قرآن کے کاتب اس بات کے اہل نہ تھے کہ قرآن کو جمع کر سکتے یا درستی سے اسکی نقل کر سکتے۔

چہارم۔ جس طرح خلیفہ عثمان نے قرآن مجید کی نقلیں کروا کر مختلف ممالک میں بھجوا دی تھیں۔ اسی طرح پہلے عیسائی بادشاہ قسطنطین اعظم قیصر روم نے حکم دیا تھا کہ بہترین کاتب نہایت نفیس چرمی قرطاس پر صحیح ترین نسخوں سے خوشخط اور معتبر پچاس نسخے نقل کرکے دیار و امصار میں بھیجے جائیں تاکہ ان جگہوں کے مسیحی ان کو نقل کر سکیں۔ لیکن جہاں حضرت عثمان نے باقی تمام نسخوں کو آگ کی نذر کر دیا وہاں اس عیسائی بادشاہ نے ایسا نہ کیا بلکہ اس نے تمام نسخوں کو ویسا ہی رہنے دیا اور اگر وہ حضرت عثمان کی طرح کرنا چاہتا تو بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ انجیل جلیل کے نسخے سلطنتِ روم کے باہر مختلف دیار و امصار میں موجود تھے۔

کتب عہد جدید کے تراجم۔ عہد جدید کی کتب ایک لحاظ سے دنیا کی تمام قدیم کتابوں سے ممتاز ہیں۔ دیگر قدیم کتب کی صحیح عبارت معلوم کرنے کے ذریعے نسبتاً محدود ہیں کیونکہ ان کتابوں کی نقلیں صرف انکی اصل زبانوں میں ہوئی تھیں۔ اور صرف ایسی نقلوں کے ذریعہ ہم اُن کی اصل عبارت کو معلوم کر سکتے ہیں۔ لیکن انجیل جلیل کی کتب کی صحیح عبارت معلوم کرنے کے لئے ہمارے پاس نہ صرف اُن کی اصل زبان یعنی یونانی میں نسخے موجود ہیں جنکا ذکر پہلے ہو چکا ہے بلکہ ان کتب کے قدیم ترجمے بھی موجود ہیں جنکے ذریعہ قدیم اور مستند متن کا پتہ چل سکتا ہے۔ کیونکہ ان میں سے بعض ترجمے ایسے ہیں جو پہلی تین صدیوں کے موجودہ نسخوں سے بھی زیادہ قدیم ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ مسیحیت ابتدا ہی سے تبلیغی مذہب تھا اور مسیحی مبلغین منجی عالمین کی آخری وصیت کے مطابق اکناف عالم تک پہنچ گئے تھے۔ وہ جس ملک میں گئے اپنے ساتھ انجیل لے گئے اور اس ملک کی زبان میں اسکی کتب کا انہوں نے ترجمہ کر دیا جس طرح دور حاضرہ میں برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی نے انجیل جلیل کی کتب کا چھ سو دس زبانوں میں ترجمہ کر دیا ہے۔ پس انجیل جلیل کے صحیح متن کو معلوم کرنے کے لئے نہ صرف ہمارے پاس چار ہزار سے زائد نسخے اصل یعنی یونانی زبان میں ہیں۔ بلکہ مشرقی اور مغربی ممالک کی زبانوں کے ترجموں کے نسخے ہزاروں کی تعداد میں ہمارے پاس موجود ہیں۔ اِن مختلف ترجموں کا اصل زبان کے ساتھ مقابلہ کرکے ہم صحیح متن کی جانچ پڑتال کر سکتے ہیں۔ جو انجیل کی کتابیں دور حاضرہ میں ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ وہ اسی مقابلہ کا نتیجہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دعوے کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کا متن صحیح ترین اور مستند ترین متن ہے۔ ہم ان تراجم میں سے چند ایک کا ذکر ناظرین کی دلچسپی اور واقفیت کے لئے کرتے ہیں۔ یہ تراجم مشرقی اور مغربی ممالک میں کئے گئے تھے۔

ہم پہلے مشرقی ممالک کے ترجموں کا ذکر کرتے ہیں۔

اوّل۔ شامی ترجمے۔ منجیٔ عالمین کے زمانہ میں ارض مقدس کنعان میں شامی یا آرامی زبان عموماً بولی جاتی تھی۔ یہی زبان ہمارے مبارک خداوند کی تھی۔ اور اسی زبان کے چند فقرے ہماری اناجیل میں محفوظ بھی ہیں۔ جو حضرت العالمین کی زبان معجز بیان سے نکلے تھے۔ مثلاً **"تالیتھا قومی۔ ایلی ایلی لما سبقتانی"** وغیرہ۔ پس قدرتی طور پر جب مسیحیت کی ملک شام میں اشاعت ہوئی تو اس زبان میں عہد جدید کی کتب کا سب سے پہلے ترجمہ ہوا۔ اس زبان میں انجیل جلیل کے پانچ ترجمے ہوئے۔

(الف) طیطین نے سنہ ۱۷۰ء میں انجیل بیان انجیلی الفاظ میں مرتب کیا۔ اس نے اناجیل اربعہ کی مختلف آیات اور آیات کے حصص کو اسطور سے یکجا لکھا کہ وہ ایک مسلسل بیان ہو۔ یہ کتاب بڑی مقبول عام ہو گئی۔ اور چونکہ ان ایام میں مختلف اناجیل کے لئے مختلف طوماروں کا ہونا لازم تھا۔ لیکن اس کتاب کیلئے صرف ایک ہی طومار درکار تھا اس لئے دیاتسرن

مراسلات

مختاری

(از قلم عالیجناب پادری وزیر چند صاحب بی۔ اے)

دہکی دینے سے مجھے کیا فائدہ ہوا ہے۔

مختاری پر ایک رسالہ تھا جو میری نظر سے گذرا جسکو پڑھ کے میں دہکی دینے کا قائل ہو گیا تھا۔ اس میں مضمون یہ تھا کہ ہماری ساری ملکیت خدا کی ہے کہ ہمیں خدا ہی سے ملی ہے۔ کیونکہ اُس نے ہمیں بطور امانت سونپی ہے اور کہ ہمیں اسکو استعمال کرنے کا حساب دینا پڑیگا۔ یہ میرے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ میں ان باتوں کو مدت سے جانتا تھا اور میں نے بہتیری دلیلیں اسکے خلاف تیار کی ہوئی تھیں پر جس طرز سے اس رسالہ میں اس مضمون کو ادا کیا ہوا تھا۔ اس سے میرے دل پر بہت اثر ہوا۔

میں خدا کی عجیب مہربانیوں پر جو مجھ پر ہوئیں اور ہر روز ہوتی ہیں غور کرنے لگا۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر بھروسہ کر کے اپنی ننگ و ناموس اور اپنی عزت اور اپنے بال بچوں کو سپرد کر دے۔ پر اپنے روپیہ پیسہ کی بابت اس پر بھروسہ نہ کرے تو ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ اس شخص کونسی چیز زیادہ پیاری ہے۔ اسی طرح اگر خدا کی حفاظت میں میں اپنا دل اور روح اور زندگی اور اپنے عزیز پیارے دے سکوں۔ پر اپنی شخصی آمدنی کا ایک خاص حصہ اس سے باز رکھوں تو اس سے یہی نتیجہ نکلیگا کہ میں روپیہ پیسہ کو زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں بہ نسبت دوسری چیزوں کے کیا میں اپنی آمدنی کا دسواں حصہ جو یہودیوں سے طلب کیا جاتا تھا نہ دوں؟ میرے دل میں کہا کہ کیوں کہ یہ پرانے عہدنامہ کی تعلیم ہے پر پھر میری ضمیر نے مجھے ملامت کرتے ہوئے مسیح کی وہ بات یاد دلائی کہ "مناسب ہے کہ تم یہ بھی کرو"۔

آخر کار بہت سوچ و بچار کے بعد میں مان گیا میں نے کہا کہ میں کم از کم ایک دفعہ ضرور آزماؤنگا۔ میں نے ارادہ کیا کہ دہکی دینے کے انتظام کو میں تین مہینوں تک آزماؤنگا اور دیکھونگا کہ کیا بنتا ہے سو جب مہینے کے شروع میں میری قلیل سی تنخواہ میرے ہاتھ میں آئی میں نے اُس کا دسواں حصہ ایک بٹوے میں ڈالکر اپنی میز کے بیچ کے خانہ میں رکھدیا۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ پہلے پہلے اس عادت کو ڈالنا بہت مشکل تھا۔ دسواں حصہ بہت معلوم ہوتا ہو خاصکر جب آپ کی بہت بڑی تنخواہ نہ ہو۔ ہر صورت میں سمجھتا ہوں کہ دسواں حصہ بہت معلوم ہوتا ہے۔ خواہ آمدنی زیادہ بھی ہو خیر میں نے اسبات کا بہت خیال نہیں کیا۔ ایک دو دفعہ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ روپیہ جو میں دہکی میں دیتا ہوں۔ اگر میں اپنے لئے کسی بنک میں جمع کروں تو میرے پاس بہت سا روپیہ ہو جائیگا۔ پھر مجھکو یاد آیا کہ بائبل میں لکھا ہے کہ ہل پر ہاتھ رکھکر پیچھے نہیں دیکھنا چاہئے۔ سو میں نے پختہ ارادہ کر لیا اور اس غلط خیال کو دل سے نکال دیا۔

پر اب دوسرا پہلو زیادہ مضبوط ہو گیا۔ بیشتر اس سے کہ میں تین مہینوں تک اس نئی بات کو آزماؤں مجھے اس میں ایک خوشی محسوس ہونے لگی۔ جو روپیہ میں دہکی میں علیحدہ نکالتا تھا میں سمجھتا تھا کہ مجھے ملتا ہی نہیں۔ میں اپنی آمدنی کو اتنا ہی سمجھتا تھا جتنی دہکی نکال کے بنتی تھی اور جو کچھ میں اپنے لئے رکھتا تھا اسی کو میں اپنا سمجھتا تھا۔ اس سے جو میرا دل کرتا تھا کر سکتا تھا۔ تب اس تجویز کی خوشی کے پہلے پھل مجھکو ملے۔

اب مجھے بہت پس و پیش نہیں کرنا پڑتا تھا کہ میں کتنا چندے کی تھیلی میں ڈالوں یا مشن کے کام کے لئے دوں۔ یا کسی اور کار خیر میں دوں۔ جب بہت آتا تھا چندے کے لئے جتنا میں نے دل میں ٹھہرایا تھا یا وعدہ کیا تھا اپنی دہکی میں سے نکال لیتا تھا۔ کسی خاص کار خیر کے لئے دینا مجھے اچھا لگتا تھا اور جو کچھ میرے پاس بچتا تھا۔ اب میں نے معلوم کیا کہ ان خیرات کے کاموں میں دینے کے لئے مناسبت سے زیادہ دے سکتا ہوں۔ حالانکہ اس سے پہلے دینے میں مجھے بہت مشکل ہوتی تھی۔ جب یہ مختلف رقمیں ادا ہو جاتی تھیں تو میں باقی ماندہ دہکی کے روپیہ کو جس طرح چاہوں خرچ کر دوں۔

جب تک میں نے اسے آزمایا نہیں تھا میں خوبصورت آزادی کے تجربہ کو محسوس نہیں کیا تھا۔ جب کوئی خیرات کے کام کے لئے مانگ آتی تھی سچ مچ روپیہ ہاتھ میں ہونا اور دوقت پر دے دینا بالکل نیا تجربہ تھا اور پھر جس طرح یہ روپیہ جمع ہو جاتا تھا میرے لئے حیران کرنے والی بات تھی میں کبھی خیال نہیں کرتا تھا کہ دہکی اس طرح جمع ہو جاتی ہے نوٹوں کا چھوٹا سا پلندہ بڑھتا جاتا تھا۔ اور جب کسی ضرورت کے لئے روپیہ کی مانگ آتی تھی۔ اس میں دینے کے لئے فیصلہ کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں لگتا تھا۔ حالانکہ اس سے پیشتر مجھے بہت دقت پیش آیا کرتی تھی۔ جبکہ روپیہ کے لئے بہت سی ضرورتیں پیش ہوا کرتی تھیں اور کسی نہ کسی جگہ سے اخراجات کم کرنے پڑتے تھے۔ تاکہ جہاں بہت ضرورت ہے وہاں دے سکوں میں نے کبھی اپنی خیرات کا باقاعدہ حساب نہیں کیا تھا اس لئے میں معلوم نہیں کر سکتا کہ اب میں خیرات میں زیادہ دیتا ہوں یا کم۔ پر وہ اصل معاملہ زیر غور نہیں ہے سب سے بڑا فائدہ جو مجھ کو ہوا ہے وہ دل کا آرام ہے۔ محض اس واسطے نہیں کہ میں نے اپنا فرض پورا کیا ہے اور خدا کا حکم مانا ہے بیشک اس کا بھی اثر ہے۔ پر بہت سی فکریں جاتی رہی ہیں اور اب میں اطمینان سے روپیہ دے سکتا ہوں۔

میں مانتا ہوں کہ ایک آزمائش تھی جس میں میں تقریبا آ جاتا تھا۔ وہ یہ تھی کہ میں نے اپنی باقاعدہ آمدنی پر تو گن کے دہکی نکالی تھی۔ پر میں نے ایسی آمدنی کا خیال نہیں کیا تھا جو کبھی کبھی ہوتی تھی اور جب کبھی ایک معقول رقم آ جاتی تھی میں اُسے خدا کی اچانک مہربانی گنتا تھا اور سمجھتا تھا کہ یہ رقم اس وعدہ میں شامل نہیں ہے گویا یہ فالتو ہے۔ میں فقط یہی سوچتا تھا کہ میرے بینک کے حساب میں رقم معقول ہوتی جاتی ہے اور کہ اب میں اپنی ضروریات اچھی طرح سے پوری کر سکتا ہوں۔ پر میں اس سے بہت شرمسار ہوا۔ میں نے سوچا کہ میں سچ مچ خدا سے

دیانتداری کا برتاؤ کر رہا ہوں۔ میری ساری دلیلیں جو مجھ کو تسلی بخش نظر آتی تھیں کافور ہوگئیں۔ اس رقم کا دسواں حصہ میرا نہیں تھا۔ خوف ہے کہ باقی روپیہ کے ساتھ خدا کے خزانے میں جاتے

الغرض دہیکی کے معاملے میں یہاں قائم ہوں اور امید کرتا ہوں کہ یہیں قائم رہونگا۔ میں محض تجربہ کرنے کی خاطر اس میں شامل ہوا تھا۔ اور اب میں آزمودہ بات سمجھ کر اس میں قائم رہونگا۔ یہ آزمائی ہوئی تجویز دل کے آرام اور قرض کی ادائیگی کی فکر سے آزادی حاصل کرنے کی ایک اچھی سبیل ہے اور اپنے مال سے خدا کے حق کو پہنچانے کی اطمینان اس میں ہے۔ مجھ کو اس سے یہ فائدہ ہوا ہے۔ میں دوسروں کے لئے بتا نہیں سکتا اور نہ بتانا چاہتا ہوں کہ انہیں کس تناسب سے دینا چاہئے۔ ہر ایک کو اپنے لئے فیصلہ کرنا چاہئے۔ میں فقط اس بات کی گواہی دینا چاہتا ہوں کہ دہیکی دینا میری زندگی میں خوشی اور دل کا آرام لایا ہے۔ (ماخوذ)

مُسرف بیٹی

(از قلم حقیقت رقم جناب پادری واعظ صاحب)

شاباش مسیحی والدہ کے فرزند نیک اختر ایف۔ ایم نجم الدین صاحب۔ یہی سچی زندگی ہے مسیح کے واسطے جینا۔ کلیسیا کی خدمت پر اپنی لیاقت اور علم کو خرچ کرنا۔ وہ بھی کیا جینا ہے جو اپنے ہی واسطے ہے۔ آپ نے اگرچہ چھوٹا چھوٹا کام کیا ہے۔ مگر جو کیا ہے اچھا کیا ہے۔ خوب کیا۔ چند رسالے جو آپ نے شائع کئے ہیں بہتوں کو زندگی پر لانے کے واسطے چراغ ہدایت ہیں۔ حال میں جو آپ نے مسرف بیٹی کا رسالہ انگریزی سے ترجمہ کرکے شائع کیا ہے وہ ایک زندہ تمثال ہے۔ خداوند یسوع کی تمثیل مسرف بیٹے کی۔ زمانہ حال کی دنیا پرست بیٹیوں کے واسطے ایک اچھا آزمانہ ہو جو ایک دفعہ بھی اسکو غور سے پڑھیگی ضرور آنسو بہاتی ہوئی تائب ہوگی۔ اور اپنی زندگی خداوند کی نذر کر دیگی۔ اس موقعہ پر مجھے ایک کہانی یاد آگئی ہے۔ جسکو میں یہاں درج کئے بغیر نہیں رہ نہیں سکتا۔ کیونکہ ایماندار خداوند سے ناامید نہیں ہوسکتا۔ اور جب سفارشی دعاؤں کے ساتھ مسرف کو بچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تو خداوند سے جواب مل جاتا ہے۔

کینیڈا کی ایک نوعمر دوشیزہ صاحب جمال اپنا گھر چھوڑ کر کسی بڑے شہر میں چلی گئی۔ وہاں بری صحبتوں میں پھنسکر بازاری زندگی بسر کرنے لگی۔ اسکی ماں ایماندار اور بڑی خدا پرست تھی جب اسکو اپنی بیٹی کی بری زندگی کا حال معلوم ہوا تو اسکو سخت صدمہ پہنچا۔ وہ اس کے واسطے دن رات دعا مانگتی اور لڑکی کے واپس لانے کی کوشش کرتی تھی۔ اس نیک بخت دکھیا ماں نے بیٹی کو اس زندگی سے بچانے کے واسطے جان وتن سے کوشش کی۔ اس نے یہاں تک اپنے آپ کو حقیر کیا۔ جو شریفوں کی نظر میں ایک قسم کی ذلت تھی۔ اس نے اپنی بہت سی فوٹو بنوا کر اور ہر ایک فوٹو کے نیچے اپنے ہاتھ سے یہ لکھکر "گھر آجاؤ۔ والدہ" ایک دیندار مسیحی خادم کے پاس جو ایسے گرے لوگوں میں کام کرتا تھا بھیجدیں اور لکھ دیا کہ یہ فوٹو ایسی عورتوں کے گھر ٹانگ دو جو بازار میں بیٹھتی ہیں۔ ممکن ہے کہ کسی وقت یہ تصویر میری بیٹی کی نظر پڑے اور اسکو ماں یاد آجائے۔ وہ گھر کو لوٹ آئے۔ اس مرد خدا نے ایسا ہی کیا۔ کرنی میرے خدا کی ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ لڑکی خوشی سے بھری ہوئی ہنستی کھیلتی اس کمرہ میں آگئی جہاں اسکی ماں کی تصویر لٹکتی تھی۔ تصویر کو دیکھتے ہی لڑکی حیران وششدر رہ گئی۔ جب اس نے اپنی ماں کی تصویر کے نیچے یہ الفاظ لکھے دیکھے "گھر آجاؤ۔ والدہ" تو ایک سکتہ کی حالت اس پر طاری ہوگئی۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہنے لگے۔ اسی وقت اس نے اس گندی زندگی کو خیرباد کیا اور اپنے گھر اپنی ماں کے پاس چلی گئی اور اس گناہ آلودہ زندگی سے خلاصی پائی۔ ماں نے اسکو قبول کیا چھاتی سے لگایا۔ اس دکھیا ماں کی دعاؤں کا یہ جواب تھا۔

آہ ماں کی امتنا۔ اس نیک ماں نے اپنی بیٹی کے بچانے کی خاطر اس بات کو برداشت کیا کہ اسکی تصویر شرمناک جگہوں اور فاحشہ عورتوں کے گھروں میں لٹکائی جائے۔ ایسا کرنا آسان کام نہ تھا۔ مگر محبت نے اس سے یہ کام کروایا۔ برگشتہ دنیا کو خداوند یسوع کا یہی فرمان ہے کہ "گھر آؤ" اے تم لوگو جو بڑے بوجھ سے دبے ہو سب میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں آرام دونگا"

یہ ۲۲ صفحہ کا رسالہ مسرف اور بھٹکے ہوؤں کیواسطے نہ صرف افسانہ ہے۔ بلکہ ہدایت نامہ ہے۔ پڑھو اور پڑھوا کر دوسروں کو تحفہ کے طور پر بھیجو۔ لکھائی چھپائی۔ کاغذ۔ ٹائٹل سب دیدہ زیب ہو۔ دلچسپ ایسا ہے کہ شروع کرکے جب تک ختم نہ کرلو۔ ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں کرتا۔ قیمت صرف ۳ر پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور۔ متھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس لکھنؤ۔ نارتھ انڈیا ٹریکٹ سوسائٹی الہ آباد سے مل سکتا ہے۔

فقراء ہند

معزز قارئین نور افشاں۔ چند یوم ہوئے میرے ایک دوست نے جو میرے ساتھ ہی تعلیم دیتے ہیں کہا کہ میں بالا عنوان سے ایک مضمون اپنے کسی اخبار میں دینا چاہتا ہوں۔ آپ مضمون تیار کریں اور اپنے کسی اخبار میں بھی مخلوق خدا کی بہبودی کے لئے شائع کرادیں۔ اس عرصہ میں انہوں نے نامعلوم کس اخبار میں شائع کرایا۔ مگر میرا مضمون بدستور پڑا رہا جواب ہدیہ ناظرین ہے۔ یقین واثق ہے کہ میرے خواندہ اور ناخواندہ بھائی اس سے مستفیض ہونگے۔

آمدم برسر مطلب ہندوستان کے فقرا دو گروہوں میں منقسم ہیں۔ اول وہ جو اپنے دنیاوی عیش و آرام پر لات مارکر مراقبہ میں بیٹھ جاتے۔ اور تمام نفسانی خواہشات پر قادر ہوتے ہیں۔ وہ ہر تنگی و عسرت میں خوش اور ہر خوشی جہاں سے محروم۔ ایک قانع دل رکھتے ہوئے زندگی کے ایام گذار کر لوگوں کو قناعت۔ خداشناسی اور دنیا کی بے ثباتی کا سبق دے کر دنیا سے چلے جاتے ہیں جنکی مثالوں سے تواریخ بھری پڑی ہے۔ مثلاً مہاتما بدھ۔ گورو نانک۔ وغیرہ اور بلاشبہ ہمارے خداوند مسیح بھی فقیرانہ

زندگی بسر کرنے صعود فرما گئے۔ اس لئے اس گروہ کی تعظیم ہر فرد بشر پر بلا تمیز مذہب لابدی ہے۔

دوم:- وہ قابلِ نفرین فریق جس نے دنیاوی کاروبار پر لات مار کر کاہلی اور کام چوری پر کمر باندھی ہے۔ اور دل میں ٹھان رکھی ہے کہ ٹوکری ڈھونے اور محنت شاقہ کی نسبت گداگری سہل ترین اور سودمند پیشہ ہے (یعنی بسہولت دو ڈھائی روپیہ روز مل جاتے ہیں اور چوری و زبردستی مطالبہ اسکے علاوہ۔ بلاشبہ زیادہ تر جرائم کا ارتکاب ان ہی کی ذات سے ہوتا ہے۔) انہوں نے اپنی تن پروری کے لئے دُہائی دے رکھی ہے۔ آنکھ۔ ناک۔ ہاتھ پاؤں غرضیکہ تمام اعضاء درست قوار رکھنے والے اپاہج ہیں اور اس نعمت غیر مترقبہ کی موجودگی میں دوسروں کے دستِ نگر ہیں ہمارے خواندہ اور ناخواندہ برادران وطن ان ہٹے کٹے لوگوں کو بھی دیکر اپنے دل سے ایک قسم کا بوجھ اتار لیتے ہیں۔ اور اس پر بالکل خیال نہیں کرتے کہ ان کو دینا صرف غلطی ہی نہیں بلکہ گناہ عظیم ہے جسکے مرتکب ہم ہیں۔ کیونکہ خدا نے انہیں کام کرنے کے واسطے اعضاء درست قوار دیئے ہیں۔ مگر ایک ہم ہیں کہ ہم ان کو ناکارہ بنا رہے ہیں۔ یاد رکھئے انہیں کام چور بنانے کا جواب ہم سے پوچھا جائیگا کیونکہ ہم نے بلا سوچے سمجھے انہیں خیرات دیکر ناکارہ بننے کی ترغیب دی۔ مثل مشہور ہے "بیکار چور یا بیمار۔" مگر ہم ان فقیروں کو کبھی بیمار نہیں دیکھتے۔ اس لئے اگر وہ بیمار نہیں تو چور ضرور ہیں۔ کہتے ہیں کہ جس گھر سے چور خالی ہی پھر کر نکل جائے سال بھر تک برکت نہیں ہوتی۔ مگر ایک ہمارے گھر ہیں کہ بیسیوں ایسے چور روز کچھ نہ کچھ لے کر جاتے ہیں تو پھر ہمارے گھروں میں برکت کیونکر ہو۔ اگر اوسطاً ایسے ۵ چور (فقیر) روز ہمارے گھر سے ہو کر جائیں تو سال بھر میں ۱۸۲۵ فقیر ہوئے۔ اور اگر ایک پیسہ فی کس دیں تو ۲۸ روپیہ جو ایک معقول رقم ہے ہو جاتی ہے۔ اگر یہی رقم کسی کار خیر میں صرف کریں تو لاکھ گنا برکت ہو سکتی ہے۔ علاوہ بریں یہ فقیر ان لوگوں کی حق تلفی کرتے ہیں جو در حقیقت خیرات کے مستحق ہیں۔ یعنی اپاہج۔ کوڑھے اندھے۔ بیوائیں۔ بچے یتیم وغیرہ۔ اس پر طرہ یہ کہ خیرات پر بھی اکتفا نہیں کرتے۔ رات کو زبردستی مطالبہ کرتے ہیں۔ نقب زنی۔ اغوا اور دیگر مذموم افعال کے بھی یہی مرتکب ہوتے ہیں۔ ان کی گداگری صرف جاسوسی ہے۔ موقعہ پاتے ہی کام کر کے رفوچکر ہو جاتے ہیں۔ اہل خانہ اور اہالیان پولیس سر پٹختے رہ جاتے ہیں۔ مگر حاصل نفی۔ سوا چیخنے اور چلانے کے اور کیا دھرا ہے۔ خفیہ پولیس کے کارکنوں سے پوچھا جاوے تو وہ بہت سے جرائم کے مجرم ان ہی لوگوں کو بتاوینگے۔ اور خفیہ پولیس نے ان ہی کے سوانگ کی طفیل صدہا پیچیدہ معموں اور سربستہ رازوں کی افتتاح کی ہے۔

سوم:- اگر بالفرض یہ گھروں میں جا کر جاسوسی نہ بھی کریں تو لوگوں کی خون پسینہ کی کمائی ہوئی دولت کو کب نیک طریقہ سے خرچ کرتے ہیں ع۔ مال مُفت دلِ بے رحم کوئی چرس گانجہ پی کر ہمارے روپیہ کو آگ کی نذر کرتا ہے۔ کوئی شراب بھنگ افیون وغیرہ سے مخمور ہو کر ہمیں ہی گالیاں دے رہا ہے اور ہم ہنس دیتے ہیں۔ سچ ہے خود کردہ را علاجے نیست۔ اگر اپنی لاعقلی پر ہنسیں نہ تو کیا کریں۔ اگر بنظر غور دیکھیں تو قمار باز۔ شراب خور افیون و گانجہ کا استعمال کرنے والے کون لوگ ہیں۔ یہ وہی شہدے ہیں جنھوں نے اپنے تئیں مفلس بنا کر ہمیں لوٹا ہے۔ اور یہ روپیہ جو دھڑا دھڑ ضائع کر رہے ہیں انہوں نے اپنی عرق ریزی سے کمایا ہے ہرگز نہیں۔

میرے دوستو تم ملک کو سنبھالو
گداگر ہیں جو سب وطن سے نکالو

یہ افلاس جاتا رہیگا تمہارا
سبیل تمول کچھ اپنی نکالو

محتاجوں کو چاہو جو دولت سے دینا
جوہر بے بصارت کو اپنی دکھالو

یہ ہاتھوں سے دولت کمائی جو تم نے
کبھی دھکے دے کے نہ اسکو نکالو

ہیں مختار ہم اسکے مالک نہیں ہیں
تصرف میں اسکے خدا سے صلاح لو

میں امساک کا ہادی ہرگز نہیں ہوں
نہ اس کے کبھی معنے اُلٹے نکالو

اگر فیض سے گھر تمہارے وہ بھر دے
تو تم راہ جنت کی زر سے بنا لو۔

بہت سے بھائی ایسے ہیں کہ اگر اُن کے سامنے خدا کے نام پر دینے کو کہا جائے تو نہایت تنگ دل دکھاتے ہیں مگر ایسے فقیروں پر دھڑا دھڑ اپنی دولت لُٹا رہے ہیں۔ یقین ہے کہ اسکو پڑھ کر ادرس کر مستفید ہونگے۔ اسی طرح آئندہ گداگری کے مختلف شعبوں پر روشنی ڈالی جاویگی۔ اور ہر ایک کے عیوب و نقائص بیان کئے جاوینگے۔

راقم۔ اے۔ آر۔ جے فیض

مسیحی خبریں

بٹالہ ڈسٹرکٹ

میں پادری آئی۔ ڈی بیوس صاحب ڈی۔ ایس کی آمد

امسال کانفرنس کے موجودہ انتظام کے مطابق پادری آئی۔ ڈی۔ بیوس صاحب ۱۲ بٹالہ ڈسٹرکٹ میں پادری آئی۔ برڈانی ایل صاحب کی جگہ تشریف لائے آپ نے اپنی تشریف آوری کے چند ہی دن بعد اپنے علاقہ کی نگرانی دیکھ بھال کے لئے دورہ شروع کر دیا گو آپ پنجابی زبان سے اسقدر واقف نہیں ہیں۔ تاہم آپ کا طرز بیان اس قدر صاف اور عام فہم ہے کہ ہر خواندہ و ناخواندہ بخوبی آپ کی بات کو سمجھ سکتا ہے۔ آپنے اس قلیل عرصہ میں آدھے سے زیادہ علاقہ کا دورہ کر کے لوگوں میں وہ رسوخ حاصل کر لیا ہے کہ قابل بیان نہیں جس گاؤں میں آپ تشریف لے جاتے ہیں۔ لوگ پُرتپاک خیر مقدم کرتے ہیں اور خوشی سے خدا کے نام پر حسب توفیق چندہ دیتے ہیں۔ حال ہی میں آپ اس ڈسٹرکٹ کی ایک مشہور کلیسیا مہر چوڈال میں تشریف لے گئے۔ چونکہ آپ کی بٹالہ میں تشریف آوری سے پیشتر



ہی مقامی مناد کی معرفت کچھ زمین کی بابت گزارہ کی گئی تھی جسکی وجہ سے اکثر شرکا کلیسیا کی کئی سو روپے کی رقم کسی زمین دلانے والے دفتر میں دی جا چکی تھی آپ نے جب کلیسیا کی اسقدر خطرناک حالت کی خبر سنی تو آپ سے نہ رہا گیا۔ وہاں پر آپ نے کلیسیا کے تمام شرکا اکٹھا کر کے حالات دریافت کئے۔ اور زمین کے لالچ میں روپیہ برباد نہ کرنے کی ہدایت کی۔ مقامی مناد کو بھی اس بری حرکت اور شرارت سے باز رہنے کا حکم دیا۔ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے بہت کچھ شرکار کلیسیا کی حوصلہ افزائی کی اور ہر طرح کی مدد پہنچانے کا وعدہ فرمایا۔ اور اس کلیسیا کی حالت پر بڑا افسوس کیا اور از حد فکرمند رہے۔ کیونکہ آپ کے بٹالہ کا چارج لینے سے پیشتر ہی یہ کلیسیا ایک بھاری رقم زمین کی خاطر دھوکہ بازی کی نظر کر چکی ہے۔ آپ نے ہر چند کلیسیا کو تسلی اور دلاسا دیا۔ لیکن شرکار کی حالت خطرناک ہے اور کلیسیا کے بگڑ جانے کا بہت اندیشہ ہے۔ ناظرین اس کلیسیا کو ضرور اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ ایک اور بات قابل ذکر ہے کہ جب پادری آئی۔ ڈی ریوس صاحب اس کلیسیا میں تشریف لے گئے تو وہاں اُن کو ایک پگڑی بطور تعریش کی گئی۔ لیکن آپ نے پہلے تو کلیسیا کا شکریہ ادا کیا اور بعد میں فرمایا۔ افسوس ہے کہ آپ لوگوں نے خدا کو بھلا دیا اور مجھ انسان کا خیال کیا۔ اگر اس پگڑی کے ہمراہ خدا کے کام کے لئے چندہ بھی دیتے تو مجھے بڑی خوشی حاصل ہوتی۔ لیکن چونکہ آپ نے میرا خیال کیا اور خدا کا خیال نہ کیا۔ اس لئے اب میں اس پگڑی کی قیمت خُدا کے کام کے لئے چندہ میں ڈال دونگا چنانچہ اسی وقت چندہ کی کاپی میں سے اس پگڑی کی قیمت سے زیادہ کی رسید کاٹ کر کلیسیا کے چوہدریوں کے سامنے رکھدی جس سے وہ بہت نادم ہوئے اور آپ کی نیک بختی اور مسیحی شخصیت کے قائل ہو گئے۔ آپ جہاں بھی تشریف لیجاتے ہیں لوگ کیا مسیحی و غیر مسیحی آپ کا خیر مقدم بڑی شان سے کرتے ہیں۔ آپ نے اس عرصہ میں آج تک دس دن دورہ کیا اور اس قدر عرصہ میں مختلف جگہوں سے کلیسیاؤں نے مبلغ ع ۱۲۳ روپے خدا کے کام کی خاطر دیئے

جس کے لئے ہم خدا کا شکر کرتے ہیں۔ ایک اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ کاہلواں سرکٹ کے دو دفعہ ہی کے دورے سے قادیان جو کہ ایک بڑا اجارہ قصبہ ہے اور جہاں پر کہ احمدیوں کا زور ہے میں قریب ۵۰ کے عورتیں اور بچے ہیں جو مسیحیت قبول کرنے پر رضامند ہو گئے ہیں آپ خود اس جگہ کا دورہ کر چکے ہیں اور ان متلاشیوں کی تعلیم و تربیت میں خود حصہ لے چکے ہیں۔ آپ نے اس جگہ ایک نیا اُستاد بٹھلانے کا بھی فیصلہ کر لیا ہے۔ ناظرین ان متلاشیوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ آخر میں خدا سے دُعا ہے کہ وہ اپنی بادشاہت کی بڑھتی کی خاطر آپ کو اس علاقہ میں لائق اور مناسب طور سے استعمال کرے۔ اور تمام رکاوٹیں اور مُشکلاتیں دور کرے۔

مسٹر ایس۔ جے رائے صاحب ٹوہانہ ضلع حصار نے کوکب ہند کے ۴ جنوری ۱۹۲۹ء کے پرچہ میں پادری آئی۔ ڈی ریوس صاحب کے الوداعی جلسہ کا ذکر کرتے کرتے ہوئے پادری صاحب موصوف کے جن اوصافِ حسنہ کا ذکر فرمایا ہے ہم نے اُن اوصاف کو چند ہی دن میں پادری صاحب کی ذات میں ظاہر ہوتے دیکھ لیا ہے

ٹوانی ایل۔ ایل ایل انسپکٹر بنکس۔ بٹالہ

ایبٹ آباد کانفرنس

ایبٹ آباد کانفرنس کمیٹی کا اجلاس مورخہ ۱۸ جنوری بمقام مردان منعقد ہوا تاکہ اس سال کی کانفرنس کے متعلق مناسب تجاویز پر غور کیا جاوے۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ کانفرنس ۱۴ ستمبر سے ۱۸ ستمبر تک ہونی چاہئے اور اتوار کے دن خاص نماز کی جاوے اور بازار میں بازاری منادی ہو۔ دوران کانفرنس لکچروں اور دعاؤں کا خاص انتظام اسی طرح رہیگا جس طرح سے سال گذشتہ میں تھا سوائے اس امر کے کہ بارہ بجے کی دعاؤں اور التجاؤں پر خاص زور دیا جائیگا جسکے واسطے دعائیہ مضامین کا ایک خاص پروگرام تیار کر کے شائع کیا جائیگا۔ امید کیجاتی ہے کہ ان دعائیہ اجلاس کا انتظام پادری جے ایس۔ ڈگڈیل صاحب پشاور کے ہاتھ میں ہوگا۔

امسال کانفرنس کے سامنے غور طلب سوال بشارتی خدمت میں ہندوستانی کلیسیا کی رہنمائی ہوگا۔ اور سارے مضامین نگار کانفرنس میں اس کے متعلق خاص طور پر ذکر کرینگے۔ بحث کا مقصد یہ معلوم کرنا ہوگا کہ کہاں تک ہندوستانی کلیسیا ممالک غیر کی کلیسیاؤں سے کلیسیا کی ساخت اور رہبری کو اپنے ہاتھ میں لینے کیواسطے تیار ہے تو اس بشارتی کام کے واسطے باعث دلچسپی ہوگا۔ اگر ہندوستانی کلیسیا یہ رہبری اپنے ہاتھ میں لینے کے واسطے تیار ہے تو اس بشارتی کام کے واسطے ہندوستانی کلیسیا ممالک غیر کی کلیسیاؤں کے طریقوں کی تقلید کریگی یا اپنے نئے طریقے اختیار کریگی اور اگر ایسا کریگی تو وہ نئے طریقے کیا ہونگے۔

کلیسیا میں برادری کے سوال پر اور غیر مسیحیوں کو اس برادری میں داخل کرنے کے متعلق بھی غور کیا جاویگا کہ آیا ایسی برادری کا ہونا ضروری اور مفید ہے یا کہ نہیں۔

کانفرنس میں یہ ایک وقعت کا مضمون ہوگا کہ کرسچن ہوم کی کہاں تک ضرورت ہے اور کہاں تک ایسی جگہیں کلیسیا اور خداوند یسوع مسیح کی سلطنت کے پھیلانے میں امداد کر سکتی ہیں۔ امید ہے کہ اس قسم کے مضامین وقتاً فوقتاً نور افشاں میں پبلک کی خاطر کانفرنس سے پیشتر نکلتے رہینگے

کانفرنس کے موقعہ پر تمام بولنے والوں کے نام منتخب کئے گئے ہیں اور اُن کے نام اخبار میں شائع کئے جاوینگے جب انکی رضامندی ہمارے پاس پہنچ جائیگی اور ہم امید کرتے ہیں کہ وہ اپنی رضامندی دینگے۔

کمیٹی نے اس بات کو محسوس کیا ہے کہ کانفرنس کو کامیاب بنانے کیواسطے ضروری ہے کہ اشاعت کا کام بطور زور سے کیا جائے اور اسکے بارے میں بہت سی تجاویز پیش کی گئیں۔

ایک خاص اتوار۔ ایبٹ آباد کانفرنس کے وعظ۔ دعاؤں اور چندوں کے واسطے نامزد کیا جاویگا۔ امید کیجاتی ہے کہ انکی دعائیں صرف اس اتوار تک محدود نہ ہونگی اور کہ کانفرنس کے متعلق انکی خیرات بڑی فیاضانہ طریقے پر ہونگی۔ اگر کوئی صاحب کسی قسم کی تجاویز کانفرنس کے متعلق کرنا چاہیں یا کسی قسم کے سوالات کرنا چاہیں تو انکا جواب دیا جائیگا۔ اس قسم کی تمام خطوط

وجہ ثابت۔ پادری جی سنگھ صاحب سکرٹری پبلسٹی (اشاعت) کمیٹی ایبٹ آباد کانفرنس۔ بنوں ہونی چاہیئے۔

مختلف خبریں

ملک معظم کی صحتیابی

ملک معظم کی تمام رعایا خصوصاً اہل ہند یہ معلوم کر کے خوش ہونگے کہ ہز مجسٹی بیماری سے صحت یاب ہو کر بغرض تبدیلی آب و ہوا بگنور تشریف لے گئے ہیں۔ ملک معظم نے ایک طویل اور خطرناک عارضہ کا جس دلیری اور حوصلہ سے مقابلہ کیا انہیں کا حصہ ہے۔ ایک شاہی مریض کا تین ماہ سے زیادہ عرصہ تک بستر علالت پر پڑے رہنا ایک اعجاز ہے جس میں ان نامی گرامی شاہی ڈاکٹروں کا بہت زیادہ حصہ ہے۔ جنہوں نے ملک معظم کی تشویشناک حالت میں اپنی طلسمی ادویات سے کام لیکر آخر مرض پر فتح حاصل کر لی۔ امید ہے کہ ہز مجسٹی بگنور میں اپنی سابقہ طاقت کو جلد حاصل کر لینگے۔

آج قندھار سے طلوع افغان کی وہ اشاعت موصول ہوئی ہے جس پر ۳ رمضان کی تاریخ درج ہے۔ اس میں یہ نوید جانفزا درج ہے کہ ہرات۔ غزنی اور قندھار کے اکابر و عمائد نے اعلیٰحضرت امیر امان اللہ خاں کے ساتھ تجدید بیعت کی اور حلف وفاداری اٹھایا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم یہ دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتے کہ تخت کابل پر بچہ سقہ جیسا ایک ادنیٰ منحوس شخص شکن ہو ہم اعلیٰحضرت کو دوبارہ تاج و تخت دلانے کے لئے اپنی جانیں لڑا دینگے معزز ہمعصر نے سر دست بالفعل اکابر کی فہرست شائع کی ہے اور لکھا ہے کہ عدم گنجائش کی وجہ سے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہر روز جوق در جوق عمائد دارالامارت کی آستانبوسی کے لئے پہنچ رہے ہیں۔

جالندھر کی اطلاع ملی ہے بستی شیخ میں مسلح ڈاکہ پڑنے کی اطلاع پر انسپکٹر پولیس مع کافی جمیعت پولیس کے بستی شیخ میں پہنچے۔ نصف شب کے وقت پولیس نے سونے کی آواز سنی۔ اس آواز پر پولیس اسجگہ پہنچی تو دیکھا کہ تین مسلح ڈاکو دھیانا رکھان کے گھر کے سامنے ... ہیں کہ روپیہ کا پتہ بتادو۔ ڈاکو پولیس کو دیکھکر سخت حیران ہوئے اور ایک نے ایک کانسٹیبل کے سر میں لوہے کا ڈنڈا دے مارا جس سے کنسٹیبل مجروح ہو گیا اس پر پولیس والے ڈاکوؤں پر ٹوٹ پڑے اور تینوں کو گرفتار کر لیا۔ پولیس کی اس کارگذاری سے لوگ اس کے بہت مداح ہو رہے ہیں۔ پولیس اگر اپنے فرائض کو کامل طور پر انجام دے تو اس سے اچھا محکمہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

پشاور کی اطلاع ہے انجمن ہلال احمر نے افغانستان جانے کے لئے پاسپورٹ دیئے جانے کے واسطے درخواست کی تھی۔ اب ڈپٹی کمشنر نے انجمن کو جواب دیا ہے کہ اس معاملہ کے متعلق گورنمنٹ کا حکم یہ ہے کہ ان اشخاص کو جو برطانوی رعایا ہیں افغانستان کے لئے پاسپورٹ نہ جاری کئے جائیں۔ یہ احکام قطعی ہیں اور کوئی استثنیٰ نہیں ہو سکتی لیکن اگر افغانستان سے کوئی ذمہ دار حکومت انجمن کو مدعو کرے اور ان سے افغان فوج کو طبی امداد دینے کیلئے افغانستان آنے کے لئے درخواست کرے تو چیف کمشنر اس معاملہ کو گورنمنٹ ہند کے سامنے احکام صادر کرنے کے لئے پیش کر دینگے ہم سمجھتے ہیں کہ اس انکار کے باوجود بھی چندہ جمع کرنے کا کام جاری رہیگا کیونکہ یہ بہر حال جاری رہنا چاہیئے

ایک اطلاع ہے بحیرہ بالٹک اور بحیرہ شمال میں سردی کی شدت سے بندرگاہوں میں کام بند ہے۔ جو جہاز سمندر کی برف میں جم گئے ہیں انکی ضروریات ہوائی جہازوں کے ذریعہ بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ ۷ جہاز بحیرہ بالٹک میں اور ۶۰ بحیرہ شمال میں جمے کھڑے ہیں۔

برلن میں ۲۷۰ آدمی کہر کی شدت سے بیمار شدہ شفاخانوں میں بھیجے گئے۔ جن میں سے ۲ مر گئے۔

ڈینکفرٹ میں کہر کی وجہ سے گیس کی بڑی نالی پھٹ گئی اور چار آدمی گیس کی بو کی تندی سے ہو گئے

فریڈرک شیون سے معروف زپلین ہوائی جہاز کا جانا سردی کی شدت سے ملتوی کیا گیا۔

پراگ میں ۱۵۰ سال کے بعد ایسی سخت سردی پڑی ہے۔ ریلگاڑیوں کے پہیئے برف کی وجہ سے حرکت نہیں کرتے۔

مسٹر ٹوم کا پیغام رادی ہے کہ جزیرہ شیر موڈنگ برفباری کی وجہ سے خریس فیڈ سے علیحدہ ہو گیا ہے۔ ہوائی جہاز بوجہ کہر کے وہاں تک نہ جا سکے

سردی کی لہر انگلینڈ میں بھی پہنچ گئی ہے اور انفلوئنزا پھیلا ہوا ہے۔

ایک صاحب ایف۔ اے پاس کرنے کے بعد بہت مدت تک تگ و دو کرتے رہے۔ مگر کہیں پیر نہ جمے آخر مجبور ہو کر انہوں نے ایک ٹم ٹم خرید کی اور میانوالی سے لیکر موسیٰ خیل تک سواریاں بٹھا کر لیجاتے ہیں اور گاڑی کے اوقات پر پلیٹ فارم کے باہر سواریوں کی انتظار میں رہتے ہیں + یہ بھی قسمت کے کھیل ہیں۔ تانگہ والوں سے ہوا میل

تردید

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

اخبار انصاف لائلپور نے اپنے ۵ فروری ۱۹۲۹ء کے شمارے میں ایک افتتاحیہ زیر عنوان "دکاندار و غیر زراعت پیشہ جماعت کے حقوق نظر انداز کر کے کوئی حکومت آرام نہیں کر سکتی" سپرد قلم کیا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر سارے پنجاب کے اعداد کا اندازہ لگایا جائے تو یقینی طور پر وہ پنجاب کے چند شہروں کے انکم ٹیکس کی آمدنی سے زیادہ نہ ہوگا جو کہ غیر زراعت پیشہ جماعت کی جیبوں سے نکلتا ہے۔ یہ بیان غلط اور سخت مبالغہ آمیز ہے۔ مندرجہ ذیل نقشہ جس میں گذشتہ پانچ سال کے معاملہ زمین اور انکم ٹیکس کے اعداد و شمار دیئے گئے ہیں عوام کی دلچسپی کا موجب ہوگا

سال	معاملہ زمین پنجاب کی مجموعی میزان	انکم ٹیکس پنجاب کی مجموعی میزان
۱۹۲۳-۲۴ء	۷۴۵۷۲۳۵	۹۳۳۰۰۸۹
۱۹۲۴-۲۵ء	۵۱۷۹۸۸۸	۷۰۷۲۲۹۳
۱۹۲۵-۲۶ء	۵۲۱۰۳۱۲۷	۷۱۲۸۲۴۱
۱۹۲۶-۲۷ء	۵۲۱۷۹۵۷۳	۷۳۳۱۲۹۵
۱۹۲۷-۲۸ء	۵۰۳۶۷۳۹۳	۷۷۴۲۵۰۵

بقیہ خاص مضامین

کتابِ ہستی

نمبر ۹

عالم ہستی کے خود ہست ہونے کی نفی میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ برہم کے ہمہ اوستی تصور کی نفی میں بھی کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ عالم ہستی کم از کم دو متخالف و متضاد طاقتوں اور قوتوں کی ضرور مظہر ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ ایک سو عناصر متخالف و متضاد سے مرکب ہے۔ دائرہ ہستی میں ذہن و زندگی کی ہر صورت کا اظہار متخالف و متضاد ہے یہ متخالف و تضاد کسی واحد برہم دلالت نہیں کرتا ہے بلکہ کم از کم دو ہستیوں کا مظہر ہے جو ایک دوسری کی عین ضد معلوم ہوتی ہیں۔ جو ایک دوسری کے ظہورات سے برسر پیکار ہیں اور ایک دوسری کے ظہورات پر ہلاکت و تباہی نازل کرتی رہتی ہیں۔ پس اس سے عالم ہستی کے ہمہ اوستی تصور کی کسی حقیقت شناس کی نظر میں کوئی قدر و منزلت باقی نہیں رہتی ہے۔ کیونکہ ہمہ اوستی تصور سے نہ صرف کتاب ہستی کی تاویل و تشریح ہی نہیں ہوتی ہے بلکہ اس سے عالم ہستی اور بھی پیچیدہ اُلجھن بنجاتی ہے۔ لہٰذا عالم ہستی کا یہ تصور بھی باطل ٹھہرتا ہے۔

عالم ہستی کے سربستہ رازوں کا مفسر و شارح صرف واحد و شخص خدا کا ہی تصور ہے جس میں خود ہست ہستی کے جملہ لوازم پائے جانے ممکن ہیں ایسی ہی پاک و مقدس ہستی کا عالم ہستی سے باپ بیٹے کا اور خالق و مخلوق کا رشتہ ہو سکتا ہے۔ اور یہی وہ رشتہ ہے جو کتاب عالم اور کتاب الہام سے ثابت ہوسکتا ہے اور اسی رشتہ سے ہم ہر دو کتاب کی تفسیر و تشریح کر سکتے ہیں۔ ورنہ دوسرا کوئی اصول و طریق ایسا نہیں ہے جو انسانی دل و دماغ کی تسکین کا باعث ہو سکتا ہے۔ خدا کی شخصیت کا ہی ذہن انسانی کسی نہ کسی معنا کا تصور کر سکتا ہے۔ کیونکہ جو انسان صاحب شخصیت ہے وہ غیر شخص ہستی کا بشرطیکہ اُسے کسی معنا کی ہستی سمجھا جا سکے اپنے ذہن میں کوئی تصور ہی قائم نہیں کر سکتا ہے۔ لہٰذا شخص خدا کا تصور انسان کی فطرت کے مطابق و موافق ہو کر اسوجہ سے شخص ہستی کا کتاب نیچر سے رشتہ ثابت کر سکتا ہے۔ کیونکہ عالم ہستی کی مختلف شخصیتیں اس کے مشخص ہونے کا ثبوت ہیں۔

غلام مسیح

بقیہ مراسلات

عمر فاروق و پولوس رسول

اور

انکی مذہبی تبدیلیوں میں امتیاز

متلاشیان حق کے لئے تاریخ اسلام و مسیحیت کا سبق آموز ورق

گذشتہ سے پیوستہ

پس اب ہر ایک بشر بوضاحت سمجھ سکتا ہے کہ اگر انسان کی خواہش پوری ہو جائے تو انسان بہت خوش ہوتا ہے بلکہ انسان کی انسانیت ترقی کرتی ہے۔ یہاں تک کہ انسان اور انسانی خواہشات میں ایک عجیب طرح کی لازم و ملزوم مناسبت رکھی گئی ہے۔ چنانچہ اگر انسانیت ہو لیکن خواہش نہ ہو تو انسانیت معدوم ہو جاتی ہے۔ بلکہ نابود ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی اگر خواہش ہو لیکن انسانیت نہ ہو تو بھی خواہش اپنے مفعول کے بغیر نہ ہونے کے برابر ہو جاتی ہے۔ اور اس پر بڑی زبردست دلیل یہ ہے کہ اگر انسان کی خواہشات پوری نہ ہوں تو انسان اپنی انسانیت کی بھی پروا نہیں کرتا بلکہ اپنی جان پر کھیل جاتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ خواہشِ انسانیت کا وہ جوہر ہے جس پر انسانیت کا دارومدار ہے۔ پس خواہش کا پورا ہونا پوری انسانیت کی تکمیل ہے۔ درحالیکہ بظاہر انسانیت اور خواہشات کے میٹیریل میں بہت بڑا اختلاف ہے

پس اسی طرح خدا اور یسوع مسیح میں ایک عجیب بلکہ لطیف مناسبت ہے۔ اور یسوع مسیح عمانوئیل خدا کی خواہش ہے۔ چنانچہ یہ بہت ہی راز نہاں ہے خدا نے یسوع مسیح کا نام عمانوئیل رکھا۔ کیونکہ یسوع مسیح انسانی لقب دیا ہوا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں۔ پاک تیل سے مسح کیا ہوا یا مخصوص کیا ہوا۔ اور یہ انسانیت ہی کے درجہ تک رہتا ہے۔ لیکن جب اُسکو عمانوئیل پکارا جاتا ہے تو اس سے پوری الوہیت مراد ہوتی ہے۔ یعنی خدا اور عمانوئیل باہمی غیر متضاد ہیں۔ صرف لقب یسوع مسیح انسانی سمجھنے کے لئے دیا گیا ہے۔ لیکن پکارنے کے لئے عمانوئیل خدا کی اعلےٰ اور برتر ذات اور صفت ہے۔ اور یہی وہ صفت ہے۔ جس سے خدا موصوف ہو سکتا ہے۔ اگر اس صفت کو چھوڑ کر خدا پر تصورانہ نگاہ ڈالی جائے تو وہ غیر موصوف خدا نظر آئیگا۔ اور اہل علوم دنیا کے نزدیک کسی چیز کا غیر موصوف ہونا اصل کو عدم موجود ثابت کرتا ہے اور اگر بت ہی لحاظ کیا جائے تو اُسکی وہی حالت قائم رکھنی پڑیگی جیسے کہ ابتدا میں تھی۔ دیکھو پیدایش اور یوحنا ۱:۱

پس خداوند یسوع مسیح عمانوئیل خدا کی خواہش اور صفت ہے۔ جسکی تکمیل سے انسانی معراج خدا تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ اس صفت کو قبول کرنے سے انسان کے تمام بوجھ جن سے بیہودہ ہوا انقلاب کے سب اُتر جاتے ہیں۔ اسکو ایمانی ترقی کے لئے فرصت ملتی ہے۔ اور دن بدن ایسے شخص کی انسانیت ترقی کرتی ہے۔ جو لوگ یہ سوچتے ہیں کہ یہ کفر ہے یہ بدعت ہے۔ یہ شرک ہے۔ یہ خدا کو تقسیم کیا گیا ہے یا بڑے چھوٹے خدا بنانا مقصود ہے پس ایسے خیالات مسیحیت میں ہرگز پائے نہیں جاتے۔ بلکہ ہمارے نزدیک اس قسم کی تعلیم رکھنا بذات خود خدا کی ذات پر کفر بکنا ہے۔ (باقی آئندہ)

مرزا اے۔ جی۔ بیتاب میکلوڈ روڈ۔ لاہور

